۲۴

(فرمودہ ۴ مارچ ۱۹۳۶ء بمقام عیدگاہ۔ قادیان)

آج کی عید قربانی کی عید کہلاتی ہے عربی زبان میں بھی اس کو عیدالاضحیہ کہتے ہیں یعنی ایسی عید جس میں قربانیاں کی جاتی ہیں۔ یہ عید ایک قربانی کی یادگار کے طور پر ہے جو آج سے ہزاروں سال پہلے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔

قربانی ایک عجیب لفظ ہے جو کئی ایک متضاد جذبات کا جامع ہے۔ عام طور پر متضاد جذبات جمع نہیں ہُوا کرتے اور جو الفاظ محبت پر دلالت کرتے ہیں وہ ساتھ ہی راحت اور آرام پر بھی دلالت کرتے ہیں لیکن تکلیف اور دُکھ پر دلالت نہیں کرتے۔ اور جو الفاظ تکلیف اور دُکھ کے مفہوم پر دلالت کرتے ہیں وہ راحت، آرام اور محبت کے مفہوم پر دلالت نہیں کرتے۔ مگر قربانی ایک ایسا جامع لفظ ہے جو جدائی اور وصال، تکلیف اور راحت، خوشی اور غم ان سارے ہی متضاد جذبات کا جامع اور ان پر مشتمل ہے۔ یہ لفظ جس وقت ایک انسان کے قلب میں پیدا ہوتا ہے اور جس وقت اس کے دماغ پر اس کا اثر ہوتا ہے، وہ ایک ہی وقت میں یہ ساری باتیں محسوس کرتا ہے اور قربانی کا لفظ خود اپنی ذات میں اس کا ثبوت ہوتا ہے بلکہ اُردو میں جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ بھی وہی معنے رکھتا ہے جو عربی زبان کے لفظ کے ہیں۔ قربانی قرب پر بھی دلالت کرتی ہے اور ذبح ہونے پر بھی۔ ذبح ہو کر یعنی اپنی جان خدا تعالیٰ کے راستہ میں دیکر انسان بظاہر اپنے عزیزوں سے جُدا ہوتا ہے۔ مگر قربانی ایسی چیز ہے کہ وہ جدائی میں بھی وصال کے سامان پیدا کر دیتی ہے جس وقت ایک مسلمان سپاہی میدانِ جنگ میں مر کر بظاہر اپنے پیاروں سے جدا ہو رہا ہوتا ہے حقیقتاً وہ اپنے پیاروں کے قریب بھی ہو رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ سب سے پیارا وجود تو خدا تعالیٰ کی ذات ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دیتا ہے وہ اپنے خدا کے قریب ہو جاتا ہے۔ پھر انسان کے جتنے عزیز اور پیارے دنیا میں ہوتے ہیں ان سے زیادہ عزیز اور پیارے اگلے جہان میں جا چکے ہوتے ہیں۔ اگر دنیا میں کسی کا باپ زندہ ہے اور شہادت سے اس کے اور اس کے باپ کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔ تو اس کے کئی دادے اور پڑدادے ایسے ہوتے ہیں۔ جو سینکڑوں اور ہزاروں سال سے اگلے جہان میں اس کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر دنیا میں اس کی والدہ زندہ ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دے کر اس سے جُدا ہوتا ہے تو اس کی کئی دادیاں اور نانیاں اس سے محبت کرنیوالی

اگلے جہان میں موجود ہوتی ہیں۔ اور اگر دنیا میں اس کی اولاد ہے تو خدا تعالےٰ کی مشیّت کے ماتحت اکثر لوگوں کی اولاد کچھ زندہ رہتی اور کچھ مر جاتی ہے۔ پس اگر اس دنیا میں اس کی کچھ زندہ اولاد موجود ہوتی ہے تو اس کی کچھ اولاد اگلے جہان میں بھی ہوتی ہے جس سے جا ملتا ہے۔ تو قربانی گو رنج اور درد کا جذبہ اپنے اندر رکھتی ہے مگر ساتھ ہی راحت اور آرام کا جذبہ بھی اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اور آج کا دن جو قربانی کا دن ہے، وہ اس قربانی کو یاد دلاتا ہے جو نہایت ہی کامل رنگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ربّ کے حضور پیش کی۔ آج سے قریباً ساڑھے چار ہزار سال پہلے وہ قربانی پیش کی گئی تھی۔

ساڑھے چار ہزار سال کا عرصہ کوئی معمولی عرصہ نہیں ہوتا۔ بسا اوقات دس پندرہ دن کے بعد انسان اپنی تکالیف بھول جاتا ہے۔ جس کو سخت بخار چڑھا ہوا ہو، اس کی ہڈیوں میں درد ہو رہا ہو، وہ خیال کرتا ہے کہ ساری عمر مَیں اس تکلیف کو نہیں بھولوں گا۔ مگر بخار اترنے کے آٹھ دس دن بعد وہ ساری تکلیف بھول جاتا ہے۔ لوگوں کے عزیز مر جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا اب ہمارے لئے تلخ ہوگئی۔ لیکن سال دو سال کے بعد وہ اسی طرح ہشاش بشاش ہوتے ہیں جس طرح پہلے اور مرنے والوں کی یاد دلوں سے محو ہو جاتی یا بہت حد تک کمزور ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ عجیب قربانی تھی کہ ساڑھے چار ہزار سال کا عرصہ اس پر گذر گیا مگر آج بھی اس کا خیال کر کے انسان کا دل اعلیٰ درجہ کے جذبات سے معمور ہو جاتا ہے۔ اب بھی جب ہم میں سے کوئی شخص اس نظارے کا خیال کرتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے اسمٰعیلؑ کو خدا تعالےٰ کے حکم کے ایک ظاہری معنے کرتے ہوئے اس لئے لٹا یا کہ وہ اس کو ذبح کریں اور چھری لے کر وہ اس کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور اس بچے نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا کہ اگر خدا تعالےٰ کی یہی رضا ہے تو مَیں اس پر راضی ہوں تو اس کا دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ آج جبکہ اسلام نے اس قسم کی انسانی قربانی کرنے سے منع کر دیا ہے بوجہ اس کے کہ ہم اس کو ممنوع سمجھتے ہیں شاید ہم میں سے بہت اس کی پوری کیفیت نہیں سمجھ سکتے۔ مگر اُس زمانہ میں جب انسانی قربانی کا رواج تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ یقین رکھتے تھے کہ خدا تعالےٰ کا منشا یہ ہے کہ مَیں اپنا بچہ اس کی راہ میں قربان کر دوں۔ جب وہ بچہ بھی سمجھتا تھا کہ خدا تعالےٰ کا منشا یہ ہے کہ مجھے ذبح کر دیا جائے جب نوّے سال کی عمر کو پہنچ کر تمام جوانی کی عمر اور تمام ادھیڑ عمر اس امید اور تڑپ میں گذار کر کہ خدا تعالےٰ پاک اولاد دے جو ان کے نام کو قائم رکھنے والی ہو۔ خدا تعالےٰ نے انہیں جو بچہ دیا اس کے متعلق خدا تعالےٰ نے حکم دے دیا کہ اسے میری راہ میں ذبح کر دیا جائے۔ تو اس لمبی عمر

کے بعد جب وہ اکلوتا بچہ اور بوڑھا باپ خدا تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کے لئے علیحدہ ہوئے ہونگے
تو ان کے جذبات کا اندازہ لگانا ہر ایک کے لئے آسان کام نہیں، صرف اہلِ دل ہی پوری طرح
ان جذبات کو سمجھ سکتے ہیں۔ بہت سے لوگ شاید ان کے درد کے جذبات میں شامل ہو سکتے ہیں اور اسی
لئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا ذکر سنکر بہت سے مردوں اور بہت سی عورتوں کی آنکھوں
میں آنسو آجاتے ہیں گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درد میں شریک ہونے والے موجود ہیں۔ مگر
وہ لوگ بہت ہی کم ہیں جو اس جذبۂ فخر کو محسوس کر سکتے ہیں جو اس وقت حضرت ابراہیمؑ کے دل
میں پیدا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اس وقت زمین زمین نہیں رہی تھی بلکہ عرش
بریں بن گئی تھی ان کے پاؤں زمین پر نہیں پڑتے تھے بلکہ وہ ہوا میں اُڑتے تھے کیونکہ خدا
تعالیٰ نے اپنی راہ میں انہیں وہ قربانی پیش کرنے کا حکم دیا تھا جیسے کسی انسان نے پیش نہیں
کیا تھا۔ بے شک بحیثیت انسان ان کے دل میں درد بھی ضرور تھا خصوصاً وہ ابراہیمؑ
جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ حلیمؑ اور اوّاہ تھا۔ بات بات پر اس کے دل
سے آہیں نکلتی تھیں اور وہ نہایت رحمدل تھا۔ یقیناً اس کے دل میں درد بھی پیدا ہوا ہوگا
مگر جو چیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے اور جو چیز حضرت اسمٰعیلؑ
کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے، وہ یہ جذبہ ہے کہ یہ قربانی ہماری ہی ترقی کا موجب ہے۔ اور
خدا تعالیٰ نے یہ حکم دے کر ہم پر احسان کیا ہے۔ تم میں سے بہت حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے غم میں شریک ہو سکتے ہیں۔ تم میں سے بہت ان کے درد میں شریک ہو سکتے ہیں۔ تمہارے
دماغ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دماغ کی نقل کر سکتے اور تمہاری آنکھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام
کی آنکھوں کی نقل کر کے آنسو بہا سکتی ہیں مگر تم میں سے بہت کم ان کے دل کی نقل کر سکیں گے
جو اس امید اور یقین سے پُر تھا کہ میرے رب نے مجھے اپنے لئے چن لیا۔ جب حضرت
ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے چھری اُٹھائی تو اس وقت غالب خیال ان
کے دل میں یہ نہ تھا کہ میرا بیٹا مجھ سے جُدا ہو رہا ہے بلکہ یہ خیال غالب تھا کہ میرا خدا میرے
قریب ہو رہا ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس قربانی کو یاد رکھا ورنہ قربانیاں دُنیا
میں ہمیشہ ہوتی رہتی ہیں۔ اس قربانی میں ایک امتیازی نشان تھا اور وہ یہ کہ حضرت ابراہیمؑ
کے دل میں درد اور غم کے جذبات غالب نہ تھے بلکہ یہ خیال غالب تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کتنا
بڑا احسان ہے کہ وہ مجھ سے کام لے رہا ہے۔ پھر وہ جذبہ جو حضرت ابراہیمؑ کے دل میں تھا وہ
انہوں نے دوسروں کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ گویا وہ اتنا غالب جذبہ تھا کہ ان کے پاس بیٹھنے
والے لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے جس طرح آگ کے پاس بیٹھنے والا گرم

ہو جاتا ہے، جس طرح برف کو ہاتھ میں پکڑنے والا ٹھنڈک محسوس کرتا ہے، اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے پاس بیٹھنے والے بھی قربانی کے خیالات سے لبریز ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پیشگوئی کو دوسرے معنوں میں پورا کرنے کے لئے کیونکہ چھری سے حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کی ممانعت کر کے خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتا دیا تھا کہ اس حکم سے ہمارا منشاء اَور ہے اور وہ اسمٰعیلؑ اور اس کی والدہ کو وادیٔ بے آب وگیاہ میں چھوڑنا ہے۔ جب خدا تعالےٰ نے آپ پر یہ کشفِ حقیقت کر دی اور آپ پیشگوئی کے حقیقی مفہوم کو پورا کرنے کے لئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو لے کر مکّہ کے میدان میں پہنچے تو میل ہا میل تک نہ کوئی ٹھکانا تھا نہ رہنے کی جگہ۔ نہ پانی تھا نہ کھانے کا سامان۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مشکیزہ پانی کا اور ایک کھجوروں کی تھیلی ان کے پاس رکھ دی جن کے ختم ہونے کے بعد نہ انہیں پانی میسّر آسکتا تھا نہ غذا اور رکھ کر واپس لوٹے جس وقت وہ لوٹ رہے تھے حضرت ہاجرہ نے ان کی شکل دیکھ کر محسوس کر لیا کہ یہ جدائی عارضی جدائی نہیں بلکہ مستقل جُدائی ہے وہ ان کے پیچھے آئیں اور کہا۔ ابراہیمؑ کہاں جا رہے ہو۔ اس وقت بوجہ اس جذبہ طبعی کے جو اُن کے قلب میں تھا اور اوّاہ منیب ہونے کی وجہ سے ان پر رقت طاری ہو گئی اور وہ جواب نہ دے سکے۔ حضرت ہاجرہ پھر آگے بڑھیں اور انہوں نے سوال کیا۔ مجھے اور اسمٰعیلؑ کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ وہ پھر خاموش رہے جب حضرت ہاجرہ کے متواتر الحاح سے سوال کرنے کے باوجود وہ کوئی جواب نہ دے سکے تو پھر حضرت ہاجرہ نے پوچھا کیا خدا نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس وقت بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام بوجہ جذبات کے غالب ہونے کے جواب تو نہ دے سکے مگر انہوں نے آسمان کی طرف اپنا ہاتھ اٹھا دیا۔ جس کے معنے یہ تھے۔ کہ خدا کا حکم یہی ہے اور اسی کے سپرد کر کے تمہیں چلا ہوں باوجود اس کے کہ کوئی انسانی عقل یہ تجویز نہیں کر سکتی تھی کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کو اس وادیٔ بے آب وگیاہ میں پانی کا مشکیزہ ختم ہونے کے بعد پانی مل سکے گا باوجود اس کے کہ کوئی انسانی عقل یہ تجویز نہیں کر سکتی تھی کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کو کھجوروں کی تھیلی ختم ہونے کے بعد اس وادیٔ بے آب وگیاہ میں کھانا مل سکے گا۔ اور باوجود اس کے کہ کوئی انسانی عقل یہ تجویز نہیں کر سکتی تھی کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کو اس وادیٔ بے آب وگیاہ میں کوئی مونس و غمگسار مل جائے گا جو بیماری میں ان کی تیمارداری کر سکے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کا فکر کرے۔ لیکن چونکہ ابراہیمی ایمان حضرت ہاجرہ میں اسی طرح سرایت کر چکا تھا جس طرح آگ کے پاس بیٹھنے والا گرم ہو جاتا ہے اس لئے جب حضرت ہاجرہ کو معلوم ہوا کہ حضرت

ابراہیمؑ کا یہ فعل اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ تو انہوں نے وہیں حضرت ابراہیمؑ کو چھوڑ دیا اور کہا اِذَنْ لَّا یُضَیِّعُنَا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر خدا ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ جہاں آپ کی مرضی ہو چلے جائیں۔

حضرت ہاجرہ نے یہ اپنے ایمان کا مظاہرہ کیا اور ایسی تکلیف کے وقت میں کوئی دوسرا لفظ زبان سے نہ نکالا۔ اگر حضرت ہاجرہ ایک کمزور عورت ہو کر خدا تعالےٰ پر اتنے اعتماد اور اور یقین کا اظہار کر سکتی تھیں تو کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ ہمارا طاقتور خدا اس کی قدر نہ کرتا۔ ہر شخص جسے روحانی آنکھ نصیب ہو وہ اپنی روحانی آنکھوں سے اس بات کو دیکھ سکتا، سمجھ سکتا، اور محسوس کر سکتا ہے کہ جس وقت حضرت ہاجرہ کے دل سے یہ آواز نکلی ہوگی کہ اِذَنْ لَّا یُضَیِّعُنَا خدا ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ تو اپنے عرش سے خدا تعالےٰ نے ان کو جواب دیا ہوگا کہ بے شک مَیں تجھے کبھی ضائع نہیں کروں گا۔ اور اس نے نہیں ضائع کیا۔ کونسی انسانی عقل سمجھ سکتی تھی کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کی وہاں جان بچ جائے گی۔ مگر جان بچنے کا تو کیا ذکر ہے خدا تعالےٰ نے ان کو ایک قوم بنایا ایسی زبردست قوم جو ساری دنیا پر چھا گئی اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں داخل ہوتے ہوئے ساری دنیا کی حاکم اور بادشاہ بن گئی۔ ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری دنیا کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ پس وہ ساری دنیا کے بادشاہ ہیں اور یقیناً آپ کی بادشاہت روحانی رنگ میں آپ کے آباء کی طرف یعنی ان کی طرف جو روحانی اور جسمانی طور پر آپ کے آباء ہیں، منسوب ہوتی ہے۔ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ نے ساری دنیا کو خدا تعالےٰ کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ساری دنیا اسمٰعیل کی نسلوں کے قدموں میں ڈال دی۔ مکہّ کی وادیوں میں سوائے حضرت اسمٰعیلؑ کے کون ایسا تھا جو اپنی ماں کے ساتھ اکیلا چھوڑا گیا۔ گویا وہ سب دنیا سے خدا کے لئے جدا ہو گئے تھے پھر خدا تعالےٰ نے بھی اپنی خاطر دنیا کو چھوڑنے والوں کے قدموں میں ساری دنیا کو لا ڈالا کیونکہ ہم بھی اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رکھتے ہیں تو خدا تعالےٰ کے لئے۔ پس انہوں نے دنیا سے خدا تعالےٰ کے لئے تعلق توڑا تھا دُنیا نے خدا تعالےٰ کے لئے ہی ان سے تعلق جوڑا۔ پس یہ قربانی کوئی معمولی قربانی نہیں اور نہ یہ دن کوئی معمولی دن ہے۔ یہ دن ہر شخص کو بتلاتا ہے کہ تمہارا خدا تمہارے قریب ہے۔ تم ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کی طرح بن جاؤ۔ تمہارا خدا ساری دنیا کو تمہارے قدموں میں ڈال دے گا۔ جو کچھ حضرت ہاجرہ نے کیا تھا وہ ہر مومن عورت کر سکتی ہے اور جو کچھ حضرت اسمٰعیلؑ نے کیا تھا وہ ہر مومن بچہ کر سکتا ہے۔ کوئی روک درمیان میں حائل نہیں۔ پس مت خیال کرو کہ اس وقت اس قربانی کا موقعہ تھا مگر

آج نہیں ۔ آج بھی قربانی کا موقعہ ہے ۔ آج بھی تم میں سے ہر شخص دین کے لئے اسمعیلؑ بن سکتا ہے آج بھی تم میں سے ہر عورت دین کے لئے ہاجرہ بن سکتی ہے کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں داخل ہو کر روحانی طور پر یہ سب لوگ ہاجرہ اور اسمعیلؑ کی اولاد ہو چکے ہیں ۔

پس مَیں ہاجرہ کی بچیوں سے کہتا ہوں کہ تم اپنی ماں کی صفات اپنے اندر پیدا کرو اور بنی اسمعیلؑ کی اولاد سے کہتا ہوں کہ تم اپنے باپ کی صفات اپنے اندر پیدا کرو ۔ تمہارا رب آج بھی اسی طرح قربانی کا مطالبہ کرتا ہے جس طرح اس نے حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیلؑ سے مطالبہ کیا ۔ کیونکہ اس زمانہ کے مامور کو بھی خدا تعالےٰ نے ابراہیمؑ کہا ۔ اور اس نے لوگوں سے کہا ہے ؎ میں کبھی آدم ۔ کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار[۱۰]

پس ہر شخص آج بھی اسمعیل بن سکتا ۔ اور ہر عورت آج بھی ہاجرہ بن سکتی ہے کیونکہ اس زمانہ میں جس شخص کو خدا تعالےٰ نے ہمارا روحانی باپ قرار دیا ہے اس کا نام اس نے ابراہیم رکھا ہے ۔ پس تمہارے لئے آج بھی موقعہ ہے کہ تم اپنے آپ کو اسمعیلی ثابت کرو ۔ اور یاد رکھو جو لوگ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرتے ہیں وہ مرتے نہیں بلکہ زندہ ہوا کرتے ہیں[۱۱] اور اس زمانہ نے تو پہلی موت کی شکل بھی تبدیل کر دی ہے ۔ پرانے زمانہ میں تلواروں اور چھریوں کے زخم کھا کر لوگ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دیتے تھے یا بندوقوں کا نشانہ بن کر مرتے تھے لیکن اب عام طور پر اس قسم کی موت نہیں بلکہ وہ موت ہے جو دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کرتے ہوئے آتی ہے کبھی کبھار پہلی قسم کی موت بھی آجاتی ہے ۔ جیسے کابل میں ہماری جماعت کے بعض افراد شہید کئے گئے[۱۲] یا ہندوستان میں بعض لوگ پیٹے جاتے اور اس تکلیف کی وجہ سے مر جاتے ہیں[۱۳] مگر زیادہ تر موت وہی ہے جو اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے اور اسلام کے مطابق اپنی زندگی بنانے میں آتی ہے ۔

ہمارے سلسلہ کو خدا تعالےٰ نے اس لئے قائم کیا ہے کہ وہ تمام برکات واپس لائے جو اس سے پہلے دنیا میں موجود تھیں یہی اس سلسلہ کی غرض اور یہی اس کا مقصد ہے ۔ خدا تعالےٰ دنیا میں نئی بادشاہتیں قائم کرنا نہیں چاہتا ۔ خدا تعالےٰ دنیا میں نئی حکومتیں قائم کرنا نہیں چاہتا خدا تعالےٰ دنیا میں نئی قوموں کو غلبہ دینا نہیں چاہتا ۔ بلکہ خدا اس وقت صداقت کو غلبہ دینا چاہتا ہے اور یہی ہمارے سلسلہ کے قائم ہونے کی غرض ہے ۔ پس تم اپنے اندر سچائی اور دیانت پیدا کرو ۔ اور ان تمام احکام پر قائم رہو جو اسلام نے دیئے ۔ اور یاد رکھو سچائی بھی معمولی چیز نہیں ہوتی ۔

آج ہمارے زمانہ میں عدالتوں کا رنگ ایسا ہے کہ ان میں جھوٹ خوب چلتا ہے اور جو شخص سچائی پر قائم رہے اسے ہر وقت یہ خطرہ رہتا ہے کہ وہ مشکلات میں پڑ جائے گا۔ پس اگر تم عہد کر لو کہ تم نے سچائی پر چلنا ہے تو تمہیں نظر آجائے گا کہ تمہارے لئے قربانی کے رستے کھل گئے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ بھی قربانی کے کئی رستے ہیں۔ اخلاقی طور پر اپنے نفس امارہ کو مار دینا بھی قربانی ہے۔ دین کے مطالبات پورے کرنا بھی قربانی ہے۔ اور چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ابراہیمی فیضان کا عام چھینٹا دنیا پر پڑا ہے۔ اس لئے اب اپنے اپنے ظرف کے مطابق ہزاروں اسمٰعیل امتِ محمدیہ میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ پہلے ابراہیمؑ کی نسل سے صرف ایک اسمٰعیلؑ پیدا ہوا۔ مگر یہ ابراہیمؑ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بروز اور ساری دنیا کی طرف مامور ہے اس لئے ہزار ہا اسمٰعیل اس کے ذریعہ پیدا ہو سکتے ہیں صرف ارادہ کی دیر ہے اسی طرح آج ہزاروں عورتیں ہاجرہ بن سکتی ہیں بشرطیکہ وہ اس بات پر یقین اور ایمان رکھیں کہ ہمارا پیشوا ایک ایسے آقا کا خادم ہے جس کے ساری دُنیا کی طرف مبعوث ہونے کی وجہ سے اس کے فیضان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

پس میں جماعت کے نوجوانوں کو آج توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو اسماعیلی رنگ میں رنگین کریں۔ اور ہر قسم کی قربانیوں کے لئے تیار رہیں۔ خواہ وہ اخلاقی ہوں یا جسمانی یا مالی۔ یاد رکھو اسلام کا درخت قربانی کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا۔ اگر تمہاری خواہش ہے کہ اسلام ترقی کرے۔ تو اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کرو اور وہ تمام قسم کی قربانیاں کرو جو تم سے پہلے کسی امت نے دنیا میں کی ہوں۔ کیونکہ جس طرح اسلام جامع کمالات متفرقہ ہے اسی طرح ضروری ہے کہ اس کے متبعین کی قربانیاں بھی تمام امتوں کی متفرق قربانیوں کی جامع ہوں۔ پھر خدا تعالےٰ بھی اسی طرح ان قربانیوں کی یاد دنیا میں قائم رکھے گا جس طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یاد قائم رکھی۔ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کی تھی اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ ساری دنیا اسے یاد رکھے گی۔ مگر خدا تعالےٰ نے اسے قائم رکھا اور اس قربانی کی یاد دنیا سے مٹنے نہ دی۔ پس یہ مت سمجھو کہ تمہاری قربانیاں کون دیکھیگا تمہاری قربانیوں کو آسمان پر دیکھنے والا خدا موجود ہے اور وہ انہیں دنیا سے مٹنے نہیں دے گا۔ اول تو جس شخص کے دل میں قربانی کا صحیح جذبہ ہو وہ یہ نہیں دیکھا کرتا کہ مجھے کوئی دیکھنے والا ہے یا نہیں لیکن اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو تو میں اسے کہتا ہوں۔ ابراہیم کی قربانی کس نے دیکھی تھی۔ کیا اس وقت وہاں کوئی مؤرخ موجود تھا یا الفضل تھا جس میں یہ واقعہ لکھا گیا۔ خدا نے آسمان پر اسے دیکھا اور کہا میں اس قربانی کو نہیں بھلاؤں گا اور

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ نہیں بھولی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص حقیقی طور پر اسماعیلی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے نہیں بھولے گا اور نہیں بھولنے دیگا بلکہ وہ ہمیشہ قائم رہے گی اور دنیا میں قائم رکھی جائے گی۔ پس اپنے اندر ابراہیمی جذبہ پیدا کرو اور اسماعیلی نمونہ دکھاؤ تب تم دیکھو گے کہ زمین تمہارے لئے بدل جائے گی آسمان تمہارے لئے بدل جائے گا۔ اور وہ دشمن جو تم پر حملہ کر رہے ہیں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان کے اور تمہارے درمیان حائل ہو جائے گا اور خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی تلوار تمہاری حفاظت کرے گی لیکن ضرورت اس ایمان کی ہے جو عورتوں کو حضرت ہاجرہ کے مشابہ بنا دے اور ضرورت اس ایمان کی ہے جو مردوں کو حضرت ابراہیمؑ کے مشابہ بنا دے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے اندر حقیقی قربانی کا مادہ پیدا کرے اور ایسے رنگ میں قربانیوں کی توفیق دے کہ ہم ان تمام برکات اور فیوض کو حاصل کرسکیں جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جذب کر کے ہماری طرف منتقل کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے حکم پا کر انہیں دنیا میں پھیلا دیا۔" (الفضل ۸ مارچ ۱۹۳۶ء صفحہ ۱ تا ۴)

---

۱ ۔ محیط المحیط جلد ۲ صفحہ ۱۶۹۱۔ مجمع بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۱۲۹

۲ ۔ مفردات امام راغب زیر لفظ قرب۔ روحانی خزائن (خطبہ الہامیہ) جلد ۱۶ صفحہ ۳۳

۳ ۔ التوبۃ ۹ : ۱۱۴

۴ ۔ الاعراف ۷ : ۱۵۹ ، سبا ۳۴ : ۲۹

۵ ۔ تذکرہ صفحہ ۱۸۴، ۳۴۰، ۳۹۲ مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ

۶ ۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۰۱

۷ ۔ البقرہ ۲ : ۱۵۵

۸ ۔ پانچ شہدائے کابل کی طرف اشارہ ان کے متعلق نوٹ صفحہ ۱۸۱ پر ملاحظہ ہو۔

۹ ۔ اسکے متعلق "بھارت کا بحران" مصنفہ رونلڈ سیگل مترجم حسن عابدی میں زیر عنوان "ذات، مذہب اور تاریخ" ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے

۱۰ ۔ الانبیاء ۲۱ : ۱۰۸ ۔ تفسیر ابن جریر جلد ۱۷ صفحہ ۵

۱۱ ۔ یہ جماعت احمدیہ کا واحد اردو روزنامہ ہے جسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خلافت اولیٰ میں ۱۲ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۸ جون ۱۹۱۳ء کو قادیان سے جاری فرمایا تھا ابتداءً ہفتہ وار تھا خلافت ثانیہ میں کبھی ہفتہ میں دو بار اور کبھی تین بار چھپتا رہا۔ ۸ مارچ ۱۹۳۵ء سے اس وقت تک روزانہ اخبار ہونے کی حیثیت میں اسلام اور احمدیت کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے۔